سوال

(182) دارالحرب میں سودلینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دارالحرب میں سودلینا جائز ہے یا نہیں ؟ ب۔ ہندوستان دارالحرب ہے یادارالسلام ؟

مروجہ دلالی اور آڑھت کی شرعی حیثیت

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

سود دینا مسلمان موحد کے لئے ہر جگہ حرام ہے خواہ درالاسلام ہویا دارالحرب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ا لَّذِينَ يَأْكُلُونَ لرِّبَوٰا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ لَّذِى يَتَخَبَّطُهُ لشَّيْطَٰنُ مِنَ لْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓا إِنَّمَا لْبَيْعُ مِثْلُ لرِّبَوٰا وَأَحَلَّ للَّهُ لْبَيْعَ وَحَرَّمَ لرِّبَوٰا (بقرہ پ3ع38)

جولوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروںسے) اس طرح سے اٹھیں گے جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کو آسیب نے لپٹ کر دیوانہ بنادیا ہو یہ اس لئ کہ وہ کہا کرتے تھے ہ کسی چیز کا بیچنا بھی سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ اور فرمایا! يَٰٓأَيُّهَا لَّذِينَ ءَامَنُوا تَّقُوا للَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِىَ مِنَ لرِّبَوٰٓا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٢٧٨ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ للَّهِ وَرَسُولِهِ

(بقرہ پ3ع38) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے زمہ باقی رہ گیا ہے۔ اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان دار ہو۔ اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور رسول سے جنگ کیلیئے آمادہ ہوجاو۔

يَٰٓأَيُّهَا لَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَأْكُلُوا لرِّبَوٰٓا أَضْعَٰفًا مُّضَٰعَفَةً وَ تَّقُوا للَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ١٣٠

(آل عمران پ4ع14)

اے ایمان والو سود در سود دگنا چوگنا مت کھاو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔

یہ تینوں آیات کریمہ مطلق اور عام ہیں کسی خاص جگہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں لہذا ہر جگہ سود لینا دینا حرام ہے۔ خواہ دارالحرب ہو یا دارالاسام ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں سے بھی تعمیم معلوم ہوتی ہے۔ اور بعض الناس جو دارالحرب میں سودلینے کے جواز میں حدیث لا ربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب پش کرتے ہیں وہ صحیح متصل نہیں ہے مزید تفصیل درایہ فی

تخریج احادیث الہدایہ میں ہے لہذا نصوص قرآنیہ قطعیہ کے مقابل حدی ظنی ضعیف مرسل یکسی طرح قابل حجت نہیں ہے جیسا نورالانوار حسامی اور توضیح تلویح وغیرہ میں اس کی تشریح موجود ہے کہ خبر واحد ظنی اور پھر ضعیف مرسل سے کتاب اللہ تخصیص نہیں کرسکتے۔

ب۔ فقہا حنفیہ کے نزدیک دارلاسلام کی یہ تعریف ہے کہ جس جگہ آزادی سے قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ و نصیحت کرسکتے ہوں پنج وقتی نماز کی نماز وغیرہ ادکرسکتے ہوں۔ چنانچہ تنویر الابصار اوالدرالمختار وفصول عمادی وطحاوی وغیر میں ہے کہتصیر دارالحرب دارالاسلام باجراء احکام الاسلام کجمعۃ وعید اسلامی احکام نماز جمعہ وعید وغیریہ کے جاری کرنے سے دارالسلام ہوجاتا ہے ہندوستان میں پانچوں نمازیں،جماعت سے اور جمعہ وعید کی نمازاسلامی شان سے مسلمان ادا کرتے ہیں وعظ و نصیحت بھی کرتے ہںس اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ ہندوستان کیا ہے۔

از۔ علامہ عزیززبیدی۔ واربرٹن

مروجہ دلالی اور آڑھت کی شرعی حیثیت

ایک استفتاء اور اس کا جواب

1۔ دلالی۔ جہانیاں سے مولانا عبدالسلام اور مولنا حافظ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں کہ 1۔ ہر ملک میں جو دلالی کا جو نظام رائج ہے۔ با اجرت یا بلا اجرت وہ شرعا جائز ہے یا نہیں؟

2۔ کیا آڑھتی بھی اس ضمن میں آتے ہیں یا نہیں؟ (مختصرا)

الجواب

احناف کیا خیال ہے کہ لوگ اس کے ضرورت مند ہیں۔ لہذا جائز ہے اجرت پر ہو تو وہ متعین ہونے چاہیے۔ حدیث سئل عن محمد بن سلمۃ عنا جرۃ السمسار فقال اوجوانہ لا باس بہوان کمان فی الاصل فلاسد لکمثرۃ التعامل وکثیر من ہذا غیر جائز نجوز لحاجۃالناسا یلبہ کمدخول الحمام (ردالمختارج 5ص 53)

اگر فقہاء کا یہ اصول تسلیم کرلیا جائے توس پھر دور حاضر میں شاید ہی کوئی بات ممنوع رہ جائے کیونکہ اکثر منہیات عام بھی ہیں اور لوگ ان ک ضرورت مند بھی جیسے سودی کاروبار۔

امام نووی نے حضرت امام بوحنیفہ کا جو قول نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے لوگوں ی ضروت نہیں بلکہ اصل جزبہ الدین نصیحہ ہے۔ اجرت پر ہویا بلا اجرت

حدیث وقال عطاء ومجاہد والبو حنیفۃ یجوز بیع الحاضر للبادي مطلقا لحدیث الدین النصیحۃ (شرح مسلم ص 4/6کتاب البیوع)

اگر دلالی بلامعاوضہ ہو تو امام بخاری کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ یہ بات الدین نصیحہ کے تحت آجاتی ہے۔ حدیث

امام بخاری کی تبویب سے بھی اس کی تایند ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لیکھتے ہیں۔

حدیث لاشلاہل یبیع حاضر لباد بغیر اجو ہی یعینہ او ینصعہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا شتنتصع احدکم اخاہ فلینصع لہد رخص فیہ عطاء (بخاري کمتاب البیوع ج1ص 289)

لیکن کتاب لاجارۃ باب اجرا السمسرہ صفحہ جلد1۔303 میں دلالی کی اجرت کو جازئ قرار دیا ہے۔ حدیث قال ولم یرا ابن سیرین وعطاء وابراہیم والحن باجر السمار باسا لخ

معلوم ہوتا کہ امام بخاری کے نزدیک یہ معروف جعل ہے وہ دلالی نہیں جو لا یبیع حاضر لا لباد میں ہے اصل میں یہ ای تکلیف ہے جو عموم حدیث کے خلاف ہے۔ شوافع کا نظریہ ہ کہ عام

ضرورت کی شے کوئی اجنبی دیہاتی لے ک آتا ہے شہریا سے کہتا ہے ے کہ اسے میرے پاس چھوڑ جایئں بتدریج اسے گراں قیمت پر بیچ کر ددوں گا۔ حدیث قال اصحابنا ولامرادیہ ان یقدم غریب من البادیۃ بمتاع تعم الحاجۃالیہ لیبیعہ بسحر یومہ فیقول لہ البلدي اترکھعندي لا بیعہ علی التدریج باغلی (نووي شرح مسلم ص 4/6)

صحیح یہ کہ بطور پیشہ جیسا کچھ یہ نظام دلالی رائج ہوگیاہ جائز نہیں ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے ۔ لایبیع حاضر لاباد (مسلم بخاری)

کوئی شہری دیہاتی کیلیئے دلالی نہ کرے۔

حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ حاضر لباد کا کیا مطلب ہے۔؟

فرمایا!اس کی دلالی نہ کرے۔

حدیث فقلت لابن عباس ماقولہ حماضر لباد؟ قال لایکن لہ سمارا (مسلم ص 4/4،بخاري ج 1ص 303)

امام بخاری اوردوسرے جن آئمہ کے نزدیک اس سے مرادبہ اجرت دلالی ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جس کے آکر میں آیا ہے کہ الایہ کہ کوئی خیر خواہی کے جزبہ سے کرے۔

گوعلی الانفرادیہ رویات متکلمفیہ ہیں تاہم بالکلیہ بیکار بھی نہیں ہیں لیکن اس کے باوجوداس سے دلالی مرادلینا محل نظر ہے صرف یہ کہ وہ اسے مناسب معلومات مہیا کرنا چاہے توکر سکتا ہے۔ اس کا قریبہ وہ رعایت ہے جس میں آیا ہے کہ گووہ باپ یا بھائی کیوں نہ ہو۔

حدیث وان کان اباہ اواخاہ (ابوداودونسائی) وان کان اخاہ لابیہ وامہ (بخاري و مسلم عن انس)

ظاہر ہے کہ اگرباپ یا بھائی یاماں باپ کی طرف سے سگا بھائی ہو تووہاں معاوضہ کی بتا تونہیں ہوتی لیین اس کے باوجودرمایا اس کی دلالی نہ کی جائے۔

محرک۔

اس کی اصلی وجہ خود حدیث میں مذکور ہے کہ اجارہ دار کا خاتمہ ہواو آزادانہ خریدوفروخت ہوتاکہ خلق خدا کو آسانی سے روزی یسر ہو۔

حدیث لایبیع حاضر لباد دعواالناس یرزق اللہ بعضھم من بعض (مسلم 6/4)

اگر صاحب مال اپنا مال کے کر خود گاہک سے معامہ کرے تو بھاؤاور نرخ میں جوگرانی راہ پاجاتی ہے اس کا یقینا سدباب ہوجائے۔

وذلک یتضمن الضروفی حق الحاضین فانہ لم ترک البادي لکن عادۃ باعہ وخیصا (حاشیہ نسائی)

جب ہر دیہاتی اپنےاپنے گھروں میں گندم باغ اور وسرامال کودبیچ سکتا ہے توہر میں جاکران کوکیا ہوجاتا ہے زیادہ سے زیادہ چند دن کی ناتجربہ کاری ہے اوروہ خود گھروں میں بھی برداشت کرلی جاتی ہے

دوسرااس اس کا سبب نجش ہے وہ سچ مچ مسابقت کا تیجہ ہویا صرف فریب کا بہرحال یہ دونوں دلالی کی زمین سے ابھرتے ہیں اسلیئے آپ ﷺ نے اس سے بھی روکا ہے فرمایا!

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن النجش (مسلم صفحہ 3۔4وبخاری صفحہ 1۔287)

نجش کے معنی بدنیتی پر مبنی بولی دینا بھی مرادلی جائے تو بھی دوسری حدیث سے اس مسابقت اور بڑھ چڑھ کر بولی دینے سے منع آگئی ہے گووہ صرف لینے کے ارادہ سے بھی ہوفرمایا۔

لايبيع بعضكم عليبيع اخيه حتى يبتاع اويزر (نسائی ص 3-215)

ہمارا نقطہ نظریہ ہے کہ اگر دلالی کی دردسر یدرمیان سے نکل جائے تو یقینا اشیاء اس قدر گراں نہ ہوں۔ہاں بعض استثنائی صوتوں میں جبکہ اس سے غتض خصوصی اعانت ہو تو اس کی ئے کوئی شخص بولی پر بولی بھی دے سکتا ہے اور کوئی اس کی دلالی بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہاں مقصد کاروبار نہیں اعانت ہے وایں چیزے دیگرے۔

عن جابر بنعبد الله ان رجلا اعتق غلاما ه عنوبر فاتاج فاخذه النبى الله صلى الله عليه وسلم فقال من يشتريه من فاشتراه نعيم بن عبد الله بكذا وكذا فدفعه اليه (بخاري ص 287)

حهم بہر حال اس سسسٹم کے قطعا خلاف ہیں اور مندرجہ بالا احادیث سے ہمیں یہی بات قرین حکمت نظر آتی ہے کہ خرید وفروخت کے سلسلے میں جو دلالی راہ پاگئی ہے وہ اثمهما اكبر من نفعهما کے قبیل کی چیز ہے خود صحابہ کا یہ تاثر ہے کہ حضور ﷺ نے سمسار کے نام کو بدل دیا تھا کیوں کہ اسے نیک شہرت حاصل نہیں ہے۔

آڑھتی

آڑھتی اگر اجناس خود خریدتا اور آگے بیچتا ہ تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہاں اگر دلالی کا پیشہ بھی اختیار کرتا ہے تو یہ صرت صرف اسی حدتک ناجائز ہے خواہ وہ کمشن کے نام پر لیں یا چونگی کے نام پر سب دلالی ہے۔

دونوں صوتوں میں ہمارے بعض اہل حدیث علماء کے نزدیک یہ دلالی جائز ہے (فتاوی ثنائیہ)

مولانا شرف الدین نے بعض صوتوں میں ان سے اختلاف کیا ہے باقی جماعت اسلامی مولنا سید ابوالاعلی مودودی کے نزدیگ بھی دلالی کی کسی حدتک گنجائش ہے۔مگر تسامح سے خالی نہیں ہے۔حضرت امام شوکانی کے نزدیک دلالی شرعا ممنوع ہے خواہ اس کی کوئی صرت ہو۔

پھر اسی سلسلے کی تخصیصات کا رد کرتے ہوئے امام ابن دقیق العبد کا قول نقل کر کے تفصیل سے جواب دیا ہے۔

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 14 ص 182-186

محدث فتویٰ